معانی الآثار و مشکل الآثار للامام الطحاوی ؒ

(از مولوی سید عبدالرزاق صاحب قادری جعفر ایم اے عثمانیہ)

(۶)

تاہم ایفار عہد کے لئے میں چاہتا ہوں کہ قرآن کے متعلق بھی ان کے کام کا کوئی مستقل نمونہ پیش کردوں۔ مشہور آیت ہے۔

یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم — اے ایمان والو تم اپنی خبر لو اگر تم ہدایت پر ہو تو پھر جو لوگ گمراہ ہیں وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اس آیت کا جو مفہوم ہے اس میں اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے قانون میں ظاہر ہے کہ تعارض محسوس ہوتا ہے۔ پھر کیا سورۂ مائدہ جو قرآن کی آخری سورت ہے اس کی اس آیت نے "الامر بالمعروف والنہی عن المنکر" کے قانون کو منسوخ کردیا۔ طحاوی اسی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ انھوں نے پہلے اپنی مختلف سندوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو درج کیا ہے کہ آپ نے اس آیت یعنی علیکم انفسکم والی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ

انکم تقرؤن ھذہ الآیۃ وانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا راؤ الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ یوشك ان یعمھم اللہ بعقاب — تم لوگ اس آیت کو پڑھتے ہو اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ ظالم کو دیکھیں اور پھر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ ان سب پر عذاب نازل ہوجائے۔

حضرت صدیق اکبرؓ سے اسی سلسلہ میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ

ان الناس یضعون ھذہ الآیۃ علی غیر موضعھا — لوگ اس آیت کو غیر محل میں رکھتے ہیں۔

اوراس کے بعد وہی الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں جو میں نے اوپر درج کئے۔ امام طحاویؒ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فقرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھنا یہ ہے کہ آیت کے "صحیح محل استعمال" سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کے کسی خاص مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا آپ کی غرض یہ ہے کہ مطلب تو اس آیت کا وہی ہے جو ظاہر الفاظ سے سمجھا جا رہا ہے لیکن اس آیت کا تعلق کسی خاص زمانہ سے ہے جو الامر بالمعروف والے زمانے سے مختلف ہو۔ یعنی الامر بالمعروف کا ایک خاص وقت ہوتا ہے اور علیکم انفسکم کا بھی کوئی خاص وقت ہوتا ہے۔ خود کہتے ہیں کہ علیکم انفسکم کا تعلق تو کسی خاص زمانہ سے ہوا اور

ویکون قبلہ ما قرء علیہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ما قد سمع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ فی الامر بالمعروف وتغییر المنکر

حضور سے سنے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق ارشادات انھوں نے صحابہ کو سنائے، جو پہلے زمانہ سے متعلق تھے۔

پھر حضرت ابو ثعلبہ الخشنی صحابی کے حوالہ سے ایک روایت طحاوی نے نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوامیہ نامی تابعی نے ان سے علیکم انفسکم کی آیت کا مطلب پوچھا۔ ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

لقد سالت خبیرا سالت عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر۔

تم نے ایک واقف کار سے دریافت کیا ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا "ایک دوسرے کو امر بالمعروف کرو اور منکر باتوں سے بچو۔"

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم ایک خاص وقت تک رہتا ہے جیسا کہ اس کے بعد ارشاد ہے

"یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جا رہی ہے۔ دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحبِ رائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے اور جب تم کسی ایسے امر کو دیکھو جس سے تم کو مفر نہ ہو تو اس وقت تم صرف اپنی خبر لو اور عوام کے معاملات سے اجتناب کرو۔ کیونکہ بعد میں ایسے دن آنیوالے ہیں جن میں صبر کرنا اتنا ہی دشوار ہوگا جتنا چنگاری کو پکڑنا۔ جو شخص ان دنوں میں عامل ہوگا اس کو تم جیسے پانچسو آدمیوں کے عمل کا ثواب ملیگا۔" (الحدیث)

خلاصہ وہی ہوا کہ ہر دو قانون یعنی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کا حکم اور علیکم انفسکم کا حکم دونوں کا تعلق دو مختلف زمانوں سے ہے۔ علیکم انفسکم کا تعلق جس زمانہ سے بتایا گیا ہے اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جس زمانہ میں یہ صفات لوگوں کے اندر نہ ہوں اس وقت الامر والنہی کا وقت ہوتا ہے۔

طحاوی نے اس کے بعد الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے متعلق چند اور حدیثیں روایت کر کے سوال اٹھایا ہے کہ ابو ثعلبہ والی روایت میں علیکم انفسکم کی تعمیل کا جو زمانہ مقرر کیا گیا ہے اس زمانہ میں الامر والنہی کا وقت کیوں باقی نہیں رہتا۔ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ

لا منفعۃ فیہ بامر بمعروف — اس زمانہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں
ولا نھی عن منکر۔ — کوئی فائدہ نہیں۔

یعنی شریعت کسی عبث اور بے نتیجہ کام کرنے کا کبھی حکم نہیں دیتی ایسے زمانہ میں چونکہ امر و نہی کا کوئی اثر لوگوں پر مرتب نہیں ہو سکتا تو پھر ایسے بے حاصل کام کا کیا فائدہ ہوگا۔ اثر کیوں مرتب نہیں ہوتا اس کی وجہ بھی طحاوی نے اس کے بعد بیان کی ہے کہ ولا قوۃ مع من ینکرہ علی العام بالواجب فی ذلک۔ یعنی امر و نہی کرنے والوں کا اقتدار اور اثر عوام پر باقی نہیں رہتا اور جب تک اقتدار و اثر نہ ہو کوئی بات کب سنتا ہے۔ اس لئے طحاوی کہتے ہیں

فسقط الغرض عنہ ورجع امرہ — اب فرض اس سے ساقط ہو گیا اور معاملہ صرف
فیہ الی خاصۃ نفسہ — اس کی ذات کا رہ گیا۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں

فلا یضرہ مع ذلک من ضل — اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچائیگا

گزشتہ بالا بیان میں طحاوی نے سچ پوچھیے تو تین اہم کلی قاعدوں کی طرف اشارہ کیا۔

(۱) قرآنی آیات میں بہ ظاہر جو تخالف و تعارض محسوس ہوتا ہے اور عام مفسرین عموماً تخالف کی ان ظاہری صورتوں کو پیش نظر رکھ کر ناسخ و منسوخ کا سلسلہ جاری کر دیتے ہیں۔ حتی کہ اسی بنیاد پر تقریباً بعضوں نے نصف قرآن کو منسوخ ہی کر دیا ہے۔ یعنی ساری مکی آیتوں کا مدنی آیتوں سے

منسوخیت کا دعویٰ کرتے چلے گئے ہیں۔ عام طور سے "منسوخۃ بآیۃ السیف" کی تلوار چلاتے چلے جاتے ہیں لیکن طحاوی نے جو راہ نکالی ہے یعنی مختلف آیتوں کا تعلق مختلف زمانوں سے کردیا جائے تو یہ واقعہ ہے کہ پھر مشکل ہی سے قرآن کی کوئی آیت منسوخ کہلانے کی مستحق قرار پا سکتی ہے۔ مسئلہ نسخ کا یہ ایک کلی اصول ہے۔

(۲) غیر مفید اور غیر نتیجہ بخش مشاغل میں مبتلا رہنے سے بہتر ہے کہ ہر زمانہ میں دین کے لئے جو بات زیادہ نفع رساں ہو اس پر عمل کیا جائے۔ زمانی خصوصیات سے قطع نظر کرکے کسی کام کو کئے چلے جانا اسلام کی روح کی تکمیل سے گویا ایک گونہ گریز ہے۔

(۳) سب سے اہم نکتہ جس کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے وہ آخری بات ہے کہ اثر و اقتدار کے بغیر عوام سے کسی بات کا مطالبہ مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے اصلاحِ عوام کا کام جو کرنا چاہتے ہوں پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء عوام پر اثر قائم کریں اور اپنے اس اثر سے پھر عوام کی اصلاح کا کام لیں۔ ہر زمانہ میں اثر قائم کرنے کے جو ذرائع ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور ان ہی کی راہ سے دین کی خدمت کرنا چاہئے۔ حضرات صوفیہ کرام کا اثر عوام پر جو زیادہ قائم ہوا اس میں بڑا گر یہی تھا کہ انھوں نے عوام پر اثر قائم کرنے کے جو ذرائع تھے ان کو اختیار فرمایا۔ البتہ اپنے اس اثر و اقتدار سے بعض لوگ دنیاوی عزت و شہرت دولت و ثروت حاصل کرنے کا کام لیتے ہیں۔ لیکن نیت کی تصحیح کرکے جو ان ذرائع کو اختیار کرتا ہے دراصل اصلاح کی طبعی راہ کو اختیار کرتا ہے اور اسی سے اس راز کا بھی سراغ ملتا ہے کہ اسلام اگرچہ مسلمان ہونے پر تو کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ دین میں مجبور کرنے کا دوسرا مطلب لوگوں کو منافق بنانا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ منافقین کی تعداد میں اضافہ کیا دین کی خدمت ہو سکتی ہے لیکن عہد ذمہ کے ساتھ غیر اسلامی طاقتوں سے حکومت کا چارج اسلام ضرور لینا چاہتا ہے اور اس کی وجہ وہی ہے کہ عوام پر بات کا اثر ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کو اپنے زیر اقتدار و اثر نہ لایا جائے۔

مگر اس جدوجہد کا بھی ایک زمانہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ طحاوی نے کہا ہے کہ اسلامی احکام کا

ایک بڑا حصہ مختلف زمانوں سے تعلق رکھتا ہے مثلاً جب مدنی حالات حاصل ہوجائیں تب اس جدوجہد کا وقت ہے اور جب تک وہ حال نہ ہو تو مکی زندگی جو نبوت کی ہے اس میں کام کرنے والوں کے لئے نمونے ہیں۔ طحاوی نے غالباً اسی کی طرف آخر میں اشارہ بھی کیا ہے یعنی انھوں نے مندرجہ بالا زمانی اختلاف سے اس اختلاف کی توجیہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

هذا یقول اهل الآثار فی هذا الباب　　اہل آثار بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جس کی

علی ما قد صححنا هذه الآثار علیه　　روشنی میں ہم نے ان آثار کی تصحیح کی ہے۔

الآثار کی روشنی میں اس آیت کا جو مطلب طحاوی کے نزدیک متعین ہو سکتا تھا اس کو بیان کرنے کے بعد اب اس فریق کے نقطۂ نظر کو بھی طحاوی پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک قرآن فہمی کے لئے خود قرآنی آیتوں پر غور کرنا چاہئے۔ طحاوی نے اس طبقہ کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے۔ واما من سواهم فیمن یتعلق بالتاویل فذهب لخ یعنی تاویل کے ذریعہ سے آیت کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے طحاوی اس کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "علیکم انفسکم" والی آیت میں آئندہ ایک قید کا بھی اضافہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ یعنی لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم" میں "اذا اهتدیتم" کی قید پر وہ توجہ دلاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ گمراہوں سے ضرر ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچ سکتا جو خود ہدایت یافتہ ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ ہدایت یافتگی کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ شرعی احکام کی وہ تعمیل کر رہے ہوں اور شرعی احکام و قوانین میں ایک قانون الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کا بھی ہے پس ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس نے منجملہ دیگر احکام و قوانین کے المعروف کے امر اور المنکر کے نہی کے قانون کی بھی تعمیل کی ہو۔ اور قرآن ان ہی لوگوں کے متعلق کہتا ہے کہ گمراہوں کی گمراہی سے انھیں ضرر نہ پہنچیگا۔ لیکن جس نے خدا کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور جو جس حال میں ہو اسی میں ان کو چھوڑ دینے پر راضی ہو گیا ہے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے اور جو ہدایت یافتہ نہیں ہے یعنی "اذا اهتدیتم" کی شرط جس میں نہیں پائی جاتی ظاہر ہے کہ قرآن نے عدم ضرر کا اعلان ان کے متعلق نہیں کیا ہے۔ پھر جو منکر کو دیکھکر چپ رہیں گے اور معروف کا لوگوں کو حکم نہ دیں گے ان کو اگر گمراہوں کی گمراہی سے ضرر نہ پہنچے

توقرآن نے ان کے عدم تضرر کی ضمانت نہیں لی ہے۔ طحاویؒ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم" لیس علی سقوط مفروض علیہم من امر بمعروف ونھی عن منکر وانھم لا یکونون مھتدین اذا لم یفعلوا ذلک وانھم انما یدخلون فی قولہ عزوجل اذا اھتدیتم اذا فعلوا ذلک لا اذا قصروا عنہ۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد" یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ جب امر بالمعروف نہیں کریں گے تو مہتدی نہیں ہوں گے۔ حالانکہ اس آیت میں ان کو مہتدی کہا گیا ہے۔

طحاویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں یہ لوگ اس چیز کو بھی پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں حالانکہ

لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء۔	آپ کے ذمہ ان کی ہدایت نہیں ہے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

سے بھی مطلع کیا گیا ہے لیکن باوجود اس کے۔

ثم فترض علیہ جھاد اعداء اللہ و قتالھم حتی یردھم اللہ الی دینہ الذی بعثہ اللہ وامرہ ان یقاتل الناس کافۃ	پس آپ پر اللہ کے دشمنوں سے جہاد اور قتال فرض ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس دین کی طرف لوٹا دے جس کو اللہ نے بھیجا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر فرمایا کہ تمام لوگوں سے قتال کریں

الحاصل سننے والوں سے اگر ماننے کی توقع نہ بھی ہو جب بھی ان لوگوں کا خیال ہے کہ اہل ایمان کو اپنا فرض الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کا ادا کرنا چاہئے۔ باقی قرآن میں پھر علیکم انفسکم یا ابو ثعلبہ الخشنی کی روایت میں فعلیک بنفسک وغیرہ کے جو الفاظ آئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہ ماننے والوں کے انکار یا اپنی تبلیغی جدوجہد کے عدم تاثر کو دیکھکر یہ خیال کرنا کہ ہم ناکام ہوئے۔ ہماری کوششیں رائیگاں ہوئیں وقت ضائع ہوا۔ ہم نے اپلوں میں گھی خشک کیا۔ اس قسم کے ضرر اور نقصان کا وسوسہ

جو ناکام مبلغین کو ہوتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ناکام کر کے نہ ماننے والوں نے ہمیں نقصان پہنچایا اور ہمارے وقت کو برباد کیا۔ بس اسی کا ازالہ آیت اور حدیث میں کیا گیا ہے۔ کہ گمراہ ہونے والے گمراہ ہو کر خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں نہ کہ اسے جو الامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ ان میں جہاد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہے۔ طحاوی نے آیت قرآنی کی آخری تاویل کو پیش کر کے آخر میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں درج کیا ہے کہ

والاول ابین معنی من ھذ المعنی	اگرچہ یہ مطلب بھی صحیح ہے لیکن قول
وان کان ھذ المعنی صحیحا واللہ	اول بہ نسبت اس کے زیادہ واضح ہے

سبحانہ وتعالیٰ نسالہ التوفیق۔

اور بلا شبہ یہی فیصلہ ہو بھی سکتا تھا کہ اذا اھتدیتم کی قید اور قید کے اس مفاد کی طرف بظاہر ذہن منتقل نہیں ہوتا جس کی طرف ان لوگوں نے اشارہ کیا ہے ورنہ عام مطلب وہی سمجھا جا سکتا ہے جو پہلوں نے سمجھا ہے۔ طحاوی نے چونکہ دوسرے مطلب کی بھی تصحیح کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تفسیر میں وہ دونوں طریقوں کو جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ بات یعنی جس ماحول میں قرآن اترا ہے اس سے آدمی نہ ہٹ جائے۔ گویا تفسیر بالحدیث۔ تاویل الآیات بالآیات۔ تفسیر بالرائے۔ قرآن فہمی کے تینوں اصول کی طرف انھوں نے اشارہ کر دیا۔